8

اعمال کی تقسیم

(فرمودہ ۲۲ر فروری ۱۹۱۸ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:-

"مَیں نے پچھلے جمعہ کے خطبے میں ایمان کی تکمیل کے لیے اس بات کو بیان کیا تھا کہ تفصیلِ ایمان جب تک انسان کو مدنظر نہ ہو۔ اور اس کے مطابق وہ اپنے عقائد ۲۔ اپنے اقوال ۳۔ اپنے اعمال کو درست نہ کرے اس وقت تک ایمان کامل نہیں ہوتا اور مَیں نے بتایا تھا کہ میرا منشاء ہے کہ ایک حد تک اختصار کے ساتھ نمونہ اور مثال کے طور پر اس مضمون کے متعلق بعض تفاصیل مختلف خطبوں میں سناؤں۔ تاکہ اس سے دوسری باتوں کے متعلق بھی آپ لوگ نتیجہ نکال لیں اور ان لوگوں کو ایمان کے مکمل کرنے کا طریقہ معلوم ہو جو واقف نہیں اور وہ اپنے ایمان کو مکمل کرنے کی کوشش کریں۔ کامیابی اور ناکامی کا سوال علیحدہ ہے۔ مگر جب تک کسی کام کے کرنے کا طریق اور طرز ہی معلوم نہ ہو۔ انسان اس کے متعلق کوشش بھی نہیں کر سکتا۔ کامیابی اور ناکامی اس بات پر منحصر ہوتی ہے کہ کتنی کوشش کی گئی، لیکن کامیابی کی اُمید اسی وقت ہو سکتی ہے جبکہ صحیح ذرائع اور درست طریق سے کوشش کی جاتے۔ پس صحیح ذرائع پر مطلع کرنے کے لیے میرا منشاء ہے کہ ان تین حصوں کی تفصیل بیان کروں جن کا ابھی ذکر ہو چکا ہے اور ان میں سب سے پہلے اعمال کو لیتا ہوں۔

لیکن اعمال کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے یہ نہایت ضروری ہے کہ دیکھیں کہ اعمال کتنی اقسام کے ہوتے ہیں کیونکہ انسان کی عادت ہے اور اللہ تعالٰے نے اس کے دماغ کو ایسا ہی بنایا ہے کہ وہ متفرق اور پراگندہ اشیاء کو ایسی خوبی اور عمدگی سے آسانی کے ساتھ نہیں سمجھ سکتا تھا جیسا کہ منقسم اور مرتب شدہ کو جب اشیاء ایک انتظام اور ترتیب کے ماتحت سامنے لائی جائیں تو اس وقت انسان نہایت آسانی کے ساتھ ان کو سمجھتا اور اپنے ذہن میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اور جب محفوظ کر لیتا ہے تو ان سے فائدہ اُٹھانا بھی اس کے لیے بہ نسبت پراگندہ اور منتشر اشیاء کے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سے مختلف علوم کے جو ماہر ہیں وہ ان علوم کو مختلف ابواب میں تقسیم کر کے پیش کیا کرتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹری ایک

علم ہے۔ اب یہ نہیں ہوگا کہ ایک ڈاکٹر جو اس علم کے متعلق کوئی کتاب لکھنے لگے۔ وہ پہلے ہاتھ کے متعلق لکھے کہ اس میں اتنی ہڈیاں اور اتنی نسیں ہوتی ہیں۔ اور اس سے اگلا فقرہ یہ ہو کہ ملیریا میں کونین کھلانی مفید ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ آنکھیں دُکھتی ہوں تو یہ دوائی ڈالنی چاہیئے۔ پھر یہ کہ معدہ میں درد ہو تو یہ علاج کرنا چاہیئے۔ پھر یہ کہ سر میں اتنی ہڈیاں ہوتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ کوئی ایسا نہیں کرے گا کیونکہ اگر ایسا کیا جاتے تو پڑھنے والوں کے ذہن میں یہ باتیں محفوظ نہیں رہ سکتیں۔ اس لیے ان کا پہلا کام یہی ہوتا ہے کہ پڑھنے والوں کی آسانی اور سہولت کے لیے اور فائدہ اُٹھانے کی خاطر علم کو مختلف ابواب میں تقسیم کردیں۔ اس کے لیے ایک تو وہ علم تشریح قرار دیں گے، ایک مفردات کے خواص کا باب رکھیں گے۔ ایک مرکبات کا حصّہ ہوگا۔ پھر ایک تشخیص مرض کا باب ہوگا۔ دوائی تجویز کرنے اور مریض کے ساتھ سلوک کرنے کا علیحدہ۔ پھر ان تمام علوم کے حصّے کردیں گے۔ مثلاً تشریح میں کہیں انگلی کہیں ناک کہیں کان اور کہیں پیٹ کا ذکر نہیں کریں گے بلکہ اس کے لیے بھی ایک ترتیب قرار دیں گے اور اس کے ماتحت بیان کریں گے۔ ہمارے دیسی اطباء نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ پہلے سر اور پھر اس کے متعلقہ اجزاء کو لیتے ہیں۔ پھر نیچے کے اجزاء کو اسی ترتیب سے لیتے ہیں جو خدا نے رکھی ہیں اور پاؤں تک پہنچتے ہیں یا علمی طور پر ڈاکٹروں کو جو ترتیب پسند آئے وہ رکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح ادویہ کے متعلق کرتے ہیں۔ مثلاً پُرانے زمانہ میں مفردات کو علاجوں کے لیے تقسیم کرلیتے تھے کہ کان کے علاج کے لیے فلاں اور سر کے لیے فلاں۔ ناک کے لیے فلاں۔ یہ تو میں نے ایک علم کی مثال دی ہے۔ اس کے علاوہ دیکھو مدارس میں مختلف زبانیں پڑھائی جاتی ہیں ان میں بھی یہی بات مدنظر رکھی جاتی ہے مثلاً صرف ونحو ہے اس کے متعلق یہ نہیں ہوگا کہ اس کے قواعد کو یونہی بکھیر دیا جائیگا کہیں وربُ (VERB) کا ذکر اور اس کو بیچ میں ہی چھوڑ کر کوئی اور بیان آجائے اور پھر ADVERB کا یا یہ کہ فاعل مفعول۔ حال استثنا۔ جار وغیرہ کو آپس میں گڈ مڈ کردیا جائے۔ بلکہ ان سب کو علیحدہ علیحدہ بابوں میں اور الگ الگ کرکے بیان کیا جائے گا۔ اور کسی کتاب کی خوبی کے لیے یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ آیا اس کے لکھنے والے نے مضمون کو طبعی ترتیب کے مطابق تقسیم بھی کیا ہے یا نہیں۔ یہی بات تمام کاموں میں ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ زمینداروں کو دیکھو۔ تو وہ بھی اپنے کاموں کو کئی حصّوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ مثلاً ہل جوتتے ہیں تو یہ نہیں کرتے کہ کچھ ہل ایک جگہ چلائیں اور باقی کھیت چھوڑ کر کچھ دوسری اور پھر تیسری۔ چوتھی جگہ۔ بلکہ وہ حصّے تقسیم کرتے ہیں اور ان میں باری باری ہل چلاتے ہیں۔ اسی طرح بونے میں بھی ایک ترتیب ان کے مدنظر ہوتی ہے اور اس کے چھوڑنے سے بہت سے نقائص پیدا ہوجاتے ہیں۔ اسی

طرح مکانات ہیں اگر ایک مکان ہزار کمرہ کا ہو مگر کسی ترتیب سے کمرے بنے ہوں تو ایک نظر دیکھکر انسان اس کا نقشہ بتا دے گا، لیکن اگر سو کمرہ بھی ایسی بے ترتیبی سے بنا ہو کہ کسی کا کسی طرف رُخ ہو اور کسی کا کسی طرف تو خواہ ایک ایک کمرہ دیکھ لیا جائے تو بھی ذہن میں پورا نقشہ نہیں جم سکے گا۔ مثلاً ہمارا لورڈنگ ہاؤس ہے۔ اس کو ایک نظر دیکھ کر انسان بتا سکتا ہے کہ کس صورت کا ہے، لیکن اگر اتنے ہی کمرے پراگندہ اور بے ترتیب طریق سے بنے ہوں تو نہیں بتا سکے گا۔ تو ترتیب بڑی ضروری ہے اور کسی چیز کے ذہن میں قائم رکھنے اور سمجھنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اسے مختلف ابواب میں تقسیم کیا جائے۔ اور پھر فصلوں میں کیونکہ اس طرح انسان آسانی سے سمجھ سکتا ہے اسی لیے اعمال کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اعمال کی ترتیب مقرر کر لی جائے۔ اور جب ترتیب مقرر ہو جائیگی تو بہت سی باتیں جو یوں ذہن سے نکل جاتی ہیں محفوظ ہو جائیں گی۔ اور آسانی سے سمجھ میں آجائیں گی۔

میرے نزدیک ایک موٹی تقسیم اعمال کے ابواب کی اس طرح ہو سکتی ہے کہ ایک تو ہم پہلی بڑی تقسیم یوں کریں کہ کچھ اوامر ہیں اور کچھ نواہی۔ یعنی بعض جگہ تو یہ حکم ہے کہ انسان فلاں کام کرنے کیلئے آگے بڑھے اور بعض جگہ یہ ہے کہ فلاں کام اگر سامنے آجائے تو اس سے پیچھے ہٹ جائے۔ پس کسی کام کے کرنے سے پیچھے ہٹنے کا نام نہی اور اس کے کرنے کے لیے آگے بڑھنے کا نام امر ہے۔ شریعت کے یہ دو بڑے بڑے ستون ہیں۔ جن میں سے ایک اوامر یعنی کچھ کام کرنے کے متعلق ہے اور دوسرا نواہی یعنی کچھ کاموں سے رُکنے کے متعلق۔ یہ تو دو بڑے بڑے حصے ہوئے اور جس طرح علماء نے علم نحو کے ایک حصہ کا نام صرف اور دوسرے کا نام نحو رکھ دیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایمان کی تکمیل کیلئے جو انسانوں کو اعمال کے متعلق ہدایتیں ملی ہیں ان کو دو حصوں میں منقسم کر دیا گیا ہے۔ جن میں سے ایک حصہ کا نام اوامر اور دوسرے کا نواہی ہے۔ پھر ان کی آگے تقسیم کی گئی ہے۔

لیکن اوامر کے بڑے بڑے حصے دو ہیں۔ ایک وہ جو بندہ کے خدا کی مخلوق کے تعلقات کے متعلق ہیں۔ یعنی وہ احکام شریعت جن میں بتایا گیا ہے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے کیا اور کس طرح معاملہ کرنا چاہیئے۔ اس مخلوق میں اس کا اپنا وجود بھی شامل ہے۔ اور دوسرے تمام انسان بھی خواہ وہ کسی مذہب و ملت کے ہوں۔ پھر ہر قسم کے جانور ملائکہ انبیاء غرضیکہ تمام چھوٹی بڑی مخلوق شامل ہے۔ اور دوسرا حصہ وہ ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ بندہ کو خدا سے کیا معاملہ کرنا چاہیئے۔ یہ تو اوامر کے حصے ہوئے۔

اسی طرح نواہی بھی دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک یہ کہ ایک انسان کو دوسری مخلوق سے کیا کیا

معاملات اور سلوک نہیں کرنے چاہئیں۔ اور دوسرے یہ کہ ایک انسان کو خدا کے متعلق کیا کیا بات نہیں کرنی چاہیئے۔ پھر ان کی آگے تقسیمیں ہیں۔ احکام کی بھی اور نواہی کی بھی۔

مثلاً یہ کہ بندہ کو مخلوق سے کیا سلوک کرنے چاہئیں۔ اس کی تقسیم یوں ہے کہ ایک تو وہ سلوک ہیں جن میں انسان کو کوئی تکلیف کسی قسم کی نہیں اُٹھانی پڑتی اور اس کے کرنے میں اس کا کوئی حرج اور نقصان نہیں ہوتا لیکن دوسرے کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے وہ ہیں کہ جن میں اس کا تو پہلی طرح ہی نہ کچھ حرج ہوتا ہے نہ نقصان، لیکن کسی اور مخلوق کا اس سلوک کے نہ کرنے سے نقصان ہو جاتا ہے۔ تیسرے وہ ہیں کہ جن میں اس کا بھی فائدہ ہوتا ہے اور کسی اور مخلوق کا بھی۔ اور چوتھے وہ ہیں کہ جن میں اس کا نقصان ہوتا ہے اور دوسرے کا فائدہ۔

پہلا تو یہ کہ اس کے کرنے سے انسان کا اپنا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ مگر دوسرے کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا لیکن نہ کرنے سے دوسرے کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ تیسرا یہ کہ اس میں اس کا اپنا بھی فائدہ ہوتا ہے اور دوسرے کا بھی۔ چوتھے یہ کہ اس کا اپنا نقصان ہوتا ہے، مگر دوسرے کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ اور یہ حصہ پہلے تینوں سے زیادہ قابلِ قدر اور لائق تعریف ہے کیونکہ پہلے درجہ میں اس کا کچھ نقصان نہیں تھا، مگر دوسرے کو فائدہ تھا۔ اور دوسرے درجہ میں اس کا کچھ نقصان نہیں تھا، مگر دوسرے کا تھا اور تیسرے درجہ میں اس کا اپنا بھی فائدہ تھا اور دوسرے کا بھی، لیکن چوتھا درجہ وہ تھا کہ جس میں اس کا نقصان تھا اور دوسرے کا فائدہ۔ یہ چار قسم کے اعمال ہوتے ہیں اور انہیں میں سارے اعمال تقسیم ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح نواہی کی تقسیم ہے۔ ایک تو اس کام سے روکا جاتا ہے کہ جس کو اگر انسان کرے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، لیکن کسی اور کو اس سے نقصان پہنچ جاتا ہے۔ دوسرے وہ کام کہ جس کو اگر کرے تو اس کی ذات کو اس سے نقصان پہنچ جاتا ہے گو کسی اور کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ تیسرے وہ کام کہ جس کے کرنے سے اس کی ذات کو بھی نقصان پہنچتا ہے اور دوسرے کو بھی اور چوتھے وہ کام کہ جن کے کرنے سے اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے، لیکن اس سے دوسرے کا نقصان ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح اوامر کی قسمیں ہیں نواہی کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ پھر ایک اور بھی تقسیم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک وہ اعمال جو انسان کے جسم سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک وہ جو عقائد اور خیال سے۔ ایک وہ جو رشتہ داروں اور عزیزوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ایک وہ جو دشمنوں اور مخالفوں سے تعلق رکھتے ہیں ان میں بھی اوامر اور نواہی ہیں جیسے اس رنگ میں اعمال کو تقسیم کر کے دیکھیں تو آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کون سے اعمال قابل اصلاح ہیں یا کن پر توجہ

نہیں ہے یا کن میں نقص پایا جاتا ہے، لیکن اگر پراگندہ طور سے ان پر نظر کریں تو پھر مشکل پیش آجاتی ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ یہاں یہ لوگ جو بیٹھے ہیں ان کو اگر کوئی گننے لگے تو اس کے لیے بہت مشکل ہوگا اور بعض کو وہ کئی کئی بار گن جائے گا یا بعض رہ جائیں گے، لیکن جب یہی آدمی صفیں باندھ کر کے کھڑے ہوتے ہیں اس وقت ایک بچہ بھی آسانی کے ساتھ گن سکتا ہے تو بعض لوگ اعمال کو ترتیب کے ساتھ نہیں دیکھتے اس لیے کئی اعمال ان کی نظر سے رہ جاتے ہیں۔ وہ اپنی طرف سے پوری توجہ اور غور سے کام لیتے ہیں مگر ان اعمال کا پتہ نہیں لگا سکتے جن میں نقص ہوتا ہے یا جو زیر عمل ہی نہیں آتے۔ لیکن اگر وہ ابواب میں تقسیم کر لیں تو پھر آسانی سے پتہ لگا سکیں گے کہ کون سے کام کرنے کے ہیں جنہیں ہم نہیں کرتے یا پوری طرح نہیں کرتے اور کون سے کام نہیں کرنے کے ہیں جنہیں ہم کرتے ہیں۔

پس چونکہ تکمیلِ ایمان کے لیے اعمال کی تقسیم ضروری ہے۔ اس لیے ہر ایک انسان کے لیے نہایت ضروری ہے کہ اعمال کی تقسیم کر کے انہیں دیکھے اس سے اسے کئی اعمال ایسے معلوم ہو جائیں گے کہ یوں کبھی اس کے خیال میں بھی نہ آتے کہ کرنے چاہئیں۔ اسی طرح کئی ایسے معلوم ہو جائیں گے جن کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ پہلا سبق ہے اس کے بغیر تکمیلِ ایمان مشکل اور بہت مشکل ہے۔ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ انسان اعمال کی تقسیم کرے۔ انہیں بابوں میں تقسیم کر کے پھر ان کی فصلیں بنائے۔ لکھے پڑھے انسان تو سمجھتے ہیں کہ باب اور فصلیں کیا ہوتی ہیں، لیکن اَن پڑھ زمیندار نہ سمجھتے ہوں گے اس لیے وہ یوں سمجھ لیں کہ جس طرح وہ اپنی آسانی کے لیے زمین کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرتے اور پھر ان میں کیارے بناتے ہیں۔ اسی طرح یہ ہے۔ کیاروں کا وہ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان میں بویا ہوا چارہ کتنے دنوں کے لیے کافی ہوگا، لیکن اگر چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم نہ کیا جاوے تو جس طرح ٹھیک اور آسانی کے ساتھ اندازہ نہیں لگ سکتا۔ اسی طرح تکمیلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اعمال کی تبویب اور تقسیم کریں، حصے بنائیں اور پھر ان کی جو شاخیں ہیں ان پر غور کریں کہ ان میں کون سے کام کرنے ہیں اور کون سے نہیں اور کون سے نہیں کرنے چاہئیں۔ اس سے نہایت آسانی کے ساتھ پتہ لگ جائے گا اور جس حصہ میں کمی ہوگی اس کا علم ہو جائے گا دیکھو ایک گاؤں کے آدمی گننے کے لیے اگر کوئی یونہی بغیر کسی تقسیم اور ترتیب کے گننا شروع کر دے تو کئی آدمی اس کی گنتی سے رہ جائیں گے اور اس طرح اسے مشکل بھی پیش آئے گی، لیکن اگر پہلے وہ یہ دیکھے کہ کتنے گھر ہیں اور پھر یہ کہ ہر ایک گھر میں کتنے آدمی ہیں تو اس طرح آسانی کے ساتھ سب کو گن لے گا۔ یہی حال اعمال کا ہے۔ ان کے محاسبہ کے لیے ضروری ہے کہ ابواب میں تقسیم کیا جائے۔ اس کے بعد ہر ایک باب میں دیکھا جاتے کہ کتنی باتیں ہیں۔ پس

محاسبہ کرنے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پیشتر اس کے کہ خدا تمہارا محاسبہ کرے تم خود اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو[1] کیا پتہ ہے کہ ایک ایسی چیز جو تمہارے پاس نہیں چاہیئے تھی وہ آگئی ہو اور جو چاہیئے تھی اسے تم بھول گئے ہو۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے خود اس کا محاسبہ کرو اور اس کے لیے میں نے بتایا ہے کہ جب تک اعمال کے کئی حصّے نہ مقرر کئے جائیں اور پھر ان کے جو اجزاء ہیں ان کو نہ لیا جائے اس وقت تک محاسبہ ہو ہی نہیں سکتا۔

پس انسان کو چاہیئے کہ ان سب کو سامنے لائے اور دیکھے کہ کن باتوں کے کرنے کا اسے حکم دیا گیا ہے مگر وہ نہیں کرتا۔ یا کن سے اُسے روکا گیا ہے مگر وہ نہیں رُکتا، اس کے بعد اسے معلوم ہو جائے گا کہ وہ کون سی شگافیں اور دراڑیں ہیں کہ جن کی وجہ سے مکان کا پورا پورا فائدہ اُسے نہیں پہنچتا تھا کیونکہ بعض ضروری اور اہم مسائل رہ گئے تھے۔ بعض کام کرنے کے تھے جو نہیں کرتا تھا۔ اور بعض نہیں کرنے کے تھے جو کرتا تھا۔ تو تکمیلِ ایمان کے لیے محاسبہ ضروری ہے اور محاسبہ اس وقت تک ہو نہیں سکتا۔ جبتک کہ اعمال کو تقسیم نہ کیا جائے۔ اس لیے تقسیم اعمال ضروری ہے۔

میرا منشاء ہے کہ اس تقسیم میں سے پہلے میں اوامر کو لوں اور اوامر میں سے بھی ان کو پہلے بیان کروں جو بندوں کے مخلوق کے معاملات کے متعلق ہیں۔ کیونکہ یہ درحقیقت ان معاملات کی تکمیل کیلئے ضروری ہیں جو بندہ کو خدا کے لیے کرنے پڑتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ چاہے تو اس حصہ کے متعلق کچھ مثالیں بیان کروں گا جو بندوں کے خدا کے معاملات کے متعلق ہیں۔ پھر نواہی میں سے پہلے ان کو لے لیا جائے گا جو بندوں کے مخلوق کے ساتھ ہیں۔ پھر وہ جو بندوں کے خدا کے ساتھ ہیں۔ یا ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پہلے ان اوامر کو لیا جائے جو بندوں کے بندوں کے ساتھ ہیں۔ پھر ان نواہی کو لے لیا جائے جو بندوں کے بندوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے بعد بندوں کے خدا کے متعلق جو اوامر ہیں ان کو لیا جائے اور پھر خدا کے متعلق جو نواہی ہیں ان کو لے لیا جائے لیکن پہلے اوامر کو لیتا ہوں پھر نواہی کو لوں گا۔

اوامر کے متعلق جو نہایت اہم اور ضروری احتیاط ہے اور نواہی کے متعلق بھی یہی ہے بلکہ تمام اعمال کے متعلق یہی ہے کہ انسان کسی چیز کو چھوٹا نہ سمجھے۔ کیونکہ درحقیقت کوئی چیز چھوٹی ہے نہیں کوئی نہیں جانتا کہ کسی چیز کے کیا نتائج نکلیں گے۔ بہت دفعہ ایک چیز کو نہایت معمولی اور چھوٹی سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کے نتیجے بہت بڑے خطرناک نکل آتے ہیں۔ اسی طرح کئی بار ایک چیز کو بڑا اور غیر معمولی قرار دیا جاتا

---

[1] ترمذی کتاب القیامۃ

ہے، لیکن نتائج کے لحاظ سے بہت چھوٹی ثابت ہو جاتی ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ چھوٹی یا بڑی چیز کا لحاظ اس کے نتائج پر ہوتا ہے ایک ایسی چیز جو بظاہر چھوٹی نظر آتی ہے، لیکن اس کے نتائج بہت بڑے نکلتے ہیں وہ چھوٹی نہیں بلکہ بڑی ہے۔ اسی طرح ایک ایسی چیز جو بظاہر بڑی نظر آتی ہے لیکن اس کے نتائج بہت معمولی نکلتے ہیں وہ بڑی نہیں بلکہ چھوٹی ہے۔ مگر نادان انسان ان کے ظاہر کو دیکھکر بڑی چھوٹی قرار دے لیتا ہے جو بالکل غلط اور نادرست ہے کیونکہ نتائج کو دیکھے بغیر ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی طرح کئی لوگ اعمال کے ظاہر کو دیکھ کر ان کو چھوٹا بڑا قرار دے لیتے ہیں۔ حالانکہ اعمال کے چھوٹے بڑے ہونے کے اور ہی معنے ہیں جو عام طور پر لوگ نہیں سمجھتے۔ دیکھو کرنے یا نہ کرنے کے لحاظ سے چھوٹی بات بڑے اور بڑی چھوٹے نتائج پیدا کیا کرتی ہے۔ اس لیے اعمال کے لیے ضروری ہے کہ کسی کو چھوٹا نہ سمجھے۔ ایک ہی بات ہوتی ہے جو ایک کے لیے چھوٹی مگر دوسرے کے لیے بڑی ہوتی ہے۔

بات یہ ہے کہ دنیا میں بعض لوگ لا اُبالی طبیعت کے ہوتے ہیں اور بعض بزدل اور سست۔ ان دونوں قسم کی طبیعتوں کے لحاظ سے چھوٹی بات بڑی اور بڑی چھوٹی ہو جاتی ہے۔ وہ لوگ جو لا اُبالی طبیعت رکھتے ہیں ان کے لیے وہ چیزیں جنہیں دنیا چھوٹی سمجھتی ہے بڑی ہوتی ہیں اور جن کو دنیا چھوٹی سمجھتی ہے بڑی ہوتی ہیں اور جن کو دنیا میں بڑا سمجھا جاتا ہے وہ ان کے لیے چھوٹی۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو سست اور کسلمند ہوتے ہیں ان کے لیے وہ اشیاء جنکو بڑا کہا جاتا ہے بڑی ہوتی ہیں اور جن کو چھوٹا کہا جاتا ہے وہ چھوٹی۔ تو درحقیقت بڑی اور چھوٹی چیزیں انسان کے اعمال کے لحاظ سے ہوتی ہیں۔ یعنی جس کو انسان کر سکے وہ چھوٹی اور جس کو نہ کر سکے یا مشکل سے کر سکے وہ بڑی ہوتی ہے مثلاً ایک چیز ایک انچ زمین پر پڑی ہو اور دوسری دس انچ زمین پر۔ اب ایک انچ جگہ گھیرنے والی چیز ہلکی ہوگی اور دس انچ جگہ گھیرنے والی بھاری، لیکن اٹھانے کے لحاظ سے ایک انچ والی بڑی ہو جائے گی اور دس انچ والی چھوٹی۔ کیونکہ دس انچ والی کی نسبت ایک انچ والی زیادہ مشکل اور محنت سے اٹھائی جائے گی۔ تو بڑی چھوٹی چیز انسان کی اپنی طاقت اور ہمت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ جو لا اُبالی طبیعت کے ہوتے ہیں گو دلیر اور بہادر ہوتے ہیں مگر بعض باتوں کو چھوٹا سمجھ کر ان کو عمل میں نہیں لاتے اس لیے وہی ان کے لیے بڑی ہو جاتی ہیں اور جو کاہل اور سست ہوتے ہیں اور بزدل ہوتے ہیں۔ ان کے لیے بظاہر چھوٹی باتیں چھوٹی اور بظاہر بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ وہی باتیں جو ایک کے لیے چھوٹی ہوتی ہیں۔ دوسرے کے لیے بڑی ہو جاتی ہیں۔ اور وہ جو دوسرے کے لیے بڑی ہوتی ہیں۔ وہ ایک کے لیے چھوٹی ہوتی ہیں۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مقام سے گزر رہے تھے تو فرمایا۔ یہ جو دو قبریں ہیں ان میں دفن ہونے والوں کو جن باتوں پر عذاب دیا جا رہا ہے وہ چھوٹی ہیں مگر پھر بھی بڑی ہیں۔ فرمایا ایک تو وہ ہے جو پیشاب کرتا تھا اور اس کی چھینٹوں سے پرہیز نہ کرتا تھا اور دوسرا وہ ہے جو چغلخوری کرتا تھا[1] تو فرمایا کہ دو چھوٹی باتوں کی وجہ سے عذاب دیئے جا رہے ہیں مگر ہیں وہ بڑی۔ اب اس کے متعلق کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عجیب بات ہے۔ ایک چیز چھوٹی بھی ہو اور پھر بڑی بھی۔ اگر وہ چھوٹی ہے تو بڑی کس طرح ہوئی اور اگر بڑی ہے تو چھوٹی کس طرح۔ مگر یہ اس طرح کہ بعض وہ لوگ جو ہمت اور استقلال اور بہادری رکھتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے کاموں کو تو کرتے ہیں، لیکن وہ باتیں جو ان کی نظر میں معمولی اور چھوٹی ہوتی ہیں ان کو لاأبالی طبیعت کی وجہ سے ترک کر دیتے ہیں اور ان کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور بعض وہ لوگ جو بُزدل کمزور اور سُست اور کم حوصلہ ہوتے ہیں وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کی تو بڑی احتیاط کرتے ہیں مگر بڑی بڑی کو بالکل چھوڑ جاتے ہیں۔ اس کی مثال عام طور پر دُنیا میں مل جاتی ہے۔

کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنا مال و جان دین کے لیے دینے کو تیار ہونگے۔ نمازیں باقاعدہ اور بلاناغہ پڑھیں گے روزے رکھیں گے زکوٰۃ دیں گے مگر ساتھ ڈاڑھیاں منڈوائیں گے یا شریعت میں جتنی بھی رکھنے کا حکم ہو اتنی نہ رکھیں گے۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈوانے سے منع فرمایا ہے[2]۔ یہ ان کا لاأبالی پن ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے بڑے بڑے احکام مانتے ہیں تو ڈاڑھی کا کیا ہے۔ کیا ایمان ڈاڑھی کے بالوں پر آ رہا ہے کہ اگر نہ ہونگے تو ایمان بھی نہ ہوگا۔ یہ تو ہوئی لاأبالی طبیعت کے لوگوں کی مثال۔

دوسری قسم کے لوگوں کی مثال یہ ہے کہ بعض ایسے ہوں گے جو دوسروں کے مال کھا جائیں گے دھوکا اور فریب کر گزریں گے ظلم و ستم سے باز نہ آئیں گے لیکن اگر کسی کا پاجامہ ٹخنے سے نیچے دیکھ لیں گے تو آگ بگولہ ہو جائیں گے۔ اگر سجدہ میں ہاتھ کُھلے نہ ہوں گے تو فتویٰ لگا دیں گے کہ نماز ہی باطل ہو گئی ہے۔ اس قسم کی باتیں ادنیٰ طبیعت اور کمزور طبائع کے لوگ کیا کرتے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑا بنا کر دکھاتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو کہ ہم بھی کچھ کر رہے ہیں۔ مثلاً ڈاڑھی کے متعلق کہیں گے کہ یہی سارا اسلام ہے، پاجامہ ٹخنہ چھوڑ پنڈلی سے بھی اوپر چڑھا لیں گے اور کسی کو انگریزی وضع کا کوٹ پہنے ہوتے دیکھیں گے تو جھٹ فتویٰ لگا دیں گے کہ یہ سنت کے خلاف ہے۔ رسولِ کریمؐ کے وقت ایسا کوٹ نہیں پہنا

---

[1] بخاری کتاب الوضو باب من الکبائر أن لا یستتر من بولہ ۔ [2] بخاری کتاب اللباس باب تقلیم الاظفار

جاتا تھا، لیکن یوں دین کے لیے ایک پیسہ خرچ کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں گے اور ذرا ذرا سی باتوں پر اسلام کو پس پشت پھینک دیں گے۔ تو ایسے لوگ چھوٹی باتوں کو بڑا اور اہم قرار دیا کرتے ہیں تاکہ اس طرح اپنی بزدلی اور کم ہمتی کو چھپائیں۔ گو اس بات کا ان کے دل میں احساس نہ بھی ہو۔ مگر بات یہی ہے کہ انکے اندر کمزوری اور بزدلی اور سستی کا جو مادہ ہوتا ہے۔ وہ انہیں اس طرف لے جاتا ہے اور وہ معمولی معمولی باتوں کو بڑا سمجھنے لگ جاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اسلام کے لیے ہر ایک تکلیف اور مشکل اُٹھانے کے لیے تیار ہوں گے جان و مال خرچ کر دیں گے اور ہر ایک قربانی کرنے پر آمادہ ہوں گے۔ لیکن بعض باتوں کو چھوٹا اور معمولی سمجھ کر ان کی طرف توجہ نہیں کریں گے۔ کئی ایسے ہی انسان ڈاڑھیاں منڈائیں گے یا اور اسی قسم کی کوئی بات کریں گے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت جہاں شریعت کے دوسرے احکام پہنچے ہیں وہاں آپؐ ہی نے ڈاڑھی رکھنے کا بھی حکم فرمایا ہے[1]

تو احکام کی تفصیل پر نظر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کو مدنظر رکھا جائے اور چھوٹائی بڑائی کا انحصار اس پر نہ رکھا جائے کہ فلاں مولوی یا صوفی نے فلاں فعل کو بڑا قرار دیدیا ہے اس لیے وہ بڑا ہے یا فلاں کو چھوٹا قرار دیا ہے اس لیے وہ چھوٹا ہے بلکہ اپنی طبیعت کو دیکھے کہ کس کام کے کرنے کی طرف میری طبیعت مائل ہوتی ہے اور کس کی طرف نہیں، لیکن اگر ایسا فعل ہے جس کو چھوٹا قرار دیا گیا ہے لیکن وہ نہیں کرتا تو اس کے لیے وہ بڑا ہے اور اگر ایک ایسا فعل ہے جسے بڑا قرار دیا گیا ہے مگر وہ اس کو عمل میں لاتا ہے تو وہ اس کے لیے چھوٹا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اعمال کی اس تقسیم میں کسی کو صغیرہ اور کسی کو کبیرہ اس لیے نہ قرار دے کہ فلاں مولوی اور فلاں صوفی نے ایسا کیا ہے بلکہ اپنی طبیعت پر غور کرے اور دیکھے کہ کس کس فعل کو مَیں آسانی سے کر سکتا ہوں اور کس کو مشکل سے جس کو وہ آسانی سے کر سکے وہ اس کے لیے چھوٹا ہے خواہ نماز ہی کیوں نہ ہو اور جس کو مشکل سے کر سکے وہ اس کے لیے بڑا ہے خواہ ڈاڑھی رکھنا ہی ہو۔ یہی بات نواہی کے متعلق ہے مثلاً ایک شخص اسے دُکھ دیتا ہے تنگ کرتا ہے نقصان پہنچاتا ہے۔ مگر باوجود اس کے اس کی طبیعت خدا کے خوف سے اسے قتل کرنے سے بچتی ہے، لیکن ایک اور شخص ہے اسکے ساتھ ہنس کر بولنا بھی اس کیلئے مشکل ہے اور اسکی طبیعت گوارہ نہیں کرتی تو وہ یہ نہ سمجھے کہ قتل گناہ کبیرہ تھا اس سے تو میں بچ گیا ہوں اور ہنس کر نہ بولنا صغیرہ گناہ ہے یہ اگر کر لیا تو کیا ہوا۔ اس کے لیے یہی کبیرہ ہے اور قتل کرنا صغیرہ۔ اسی طرح ہر ایک بات کے متعلق

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الترجل باب فی اخذ الشارب

انسان دیکھ سکتا ہے اور اپنے لیے کبائر اور صغائر کا پتہ لگا سکتا ہے اور جب کوئی اعمال کی اس تقسیم کو مدنظر رکھے گا تو اس کے لیے محاسبہ میں بہت آسانی اور سہولت ہو جائے گی"۔ (باقی آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ)

(الفضل ۵ مارچ ۱۹۱۸ء)

◎